سوال

پہلے تو میں اس طرح کا سوال کرنے میں معذرت چاہتا ہوں، لیکن اپنی نیت میں شک کی مجال نہ چھوڑنے کے لیے میں یہ کہتا ہوں : میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور میں مکمل طور پر راضی ہوں کہ اللہ تعالی میرا رب ہے اور اسلام دین ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں میں سنت یعنی حدیث کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایک ہی حدیث کی کئی ایک روایات پائی جاتی ہیں مثلا صحیح بخاری میں ہم ایک حدیث پاتے ہیں جو اسلوب میں مسلم کی روایت مختلف ہے، لہذا سنت نبویہ قرآن عظیم کی طرح کیوں نہیں ؟ اور سنت مطہرہ اور قرآن عظیم میں کیا فرق ہے، آیا سنت نبویہ شریف وحی میں شامل ہوتی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی، یا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال میں سے ؟ اور کیا یہ خصائص نبوت میں سے ہے یا کیا ؟

جواب

الحمد للہ

اول :

ہر مسلمان کے دل اور عقل میں یہ بات بیٹھ جانی چاہیے کہ سنت وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال یا اقوال یا تقریر کی طرف منسوب کی جائے وحی الہی کی دو قسموں میں سے ایک قسم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، اور وحی کی دوسری قسم قرآن کریم ہے

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

اور وہ (نبی) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے النجم (3-4).

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"خبر دار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے، خبر دار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہوا شخص اپنے پلنگ پر بیٹھ کر یہ کہنے لگے : تم اس قرآن مجید کو لازم پکڑو، اس میں تم جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، اور اس میں جو تمہیں حرام ملے اسے حرام جانو

خبر دار جو رسول اللہ نے حرام کیا ہے وہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ نے حرام کیا ہے "

سنن ترمذی حدیث نمبر (2664) ترمذی نے اسے غریب من ھذا الوجہ کہا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے " السلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (2870) میں اسے حسن قرار دیا ہے

ہمارے دین حنیف سے سلف صالحین رحمہ اللہ تو یہی سمجھتے تھے

حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" جبریل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سنت لے کر نازل ہوا کرتے تھے جس طرح ان پر قرآن لے کر نازل ہوتے "

دیکھیں : الکفایۃ للخطیب (12) اسے دارمی نے سنن دارمی (588) اور خطیب نے الکفایۃ (12) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (291/13) میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

سنت کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ سنت نبویہ کتاب اللہ کا بیان اور اس کی شرح کرنے والی ہے ، اور پھر جو احکام کتاب اللہ میں ہیں ان سے کچھ احکام زیادہ بھی کرتی ہے

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (کتاب) نازل کیا ہے تا کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں النحل (44) .

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اس کا بیان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دو قسموں میں ہے :

پہلی قسم :

کتاب اللہ میں جو مجمل ہے اس کا بیان مثلا نماز پنجگانہ اور اس کے اوقات ، اور نماز کے سجود و رکوع اور باقی سارے احکام

دوسری قسم :

کتاب اللہ میں موجود حکم سے زیادہ حکم ، مثلا پھوپھی کی اور خالہ کی موجودگی میں اس کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح کرنا یعنی دونوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے " انتہی

دیکھیں : جامع بیان العلم وفضلہ (190/2) .

دوم :

جب سنت نبویہ وحی کی اقسام میں دوسری قسم ہے تو پھر اللہ کی جانب سے اس کی حفاظت بھی ضروری اور لازم ہو گی تا کہ وہ اس سے دین میں تحریف یا نقص یا ضائع ہونے سے محفوظ رکھے

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں :

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :

ہم نے ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں الحجر (9) .

اور ارشاد ربانی ہے :

کہہ دیجئے میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ذریعہ آگاہ کر رہا ہوں مگر بہرے لوگ بات نہیں سنتے جبکہ انہیں آگاہ کیا جائے الانبیاء (45) .

اللہ سبحانہ وتعالی نے خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کلام وحی ہے ، اور بغیر کسی اختلاف کے وحی ذکر ہے ، اور ذکر نص قرآنی کے ساتھ محفوظ ہے ، تو اس سے یہ

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کلام اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے، ہمارے لیے مضمون ہے کہ اس میں سے کچھ ضائع نہیں ہوا، جب اللہ تعالی کی جانب سے یہ محفوظ ہے تو یقینا اس میں سے کچھ بھی ضائع نہیں ہوسکتا، اور یہ ساری کی ساری ہماری جانب منقول ہے، اس طرح ہم پر ہمیشہ کے لیے حجت قائم ہو چکی ہے" انتہی

دیکھیں: الاحکام (95/1).

سوم:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ سنت نبویہ وحی الہی ہے تو یہاں ایک چیز پر متنبہ رہنا چاہیے کہ اس سنت اور حدیث میں ایک فرق ہے، اور وہ فرق یہ ہے کہ قرآن مجید تو اللہ کی کلام یعنی کلام اللہ ہے، اسے اپنے لفظوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمایا، لیکن سنت بعض اوقات کلام اللہ نہیں ہوسکتی، بلکہ وہ صرف وحی میں شامل ہوگی، پھر یہ لازم نہیں کہ آپ اس کے الفاظ کی ادائیگی کریں، بلکہ معنی اور مضمون کے اعتبار سے ادا ہوسکتی ہے

اس فرق کو سمجھ جانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سنت نبویہ کے نقل میں معتبر معنی اور مضمون ہے، نہ کہ بذاتہ وہ الفاظ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بولے، شریعت اسلامیہ تو اللہ کی حفاظت سے محفوظ ہے، اللہ تعالی نے قرآن مجید کی مکمل حفاظت فرمائی، اور سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجمالی طور پر اور اس کے معانی کی حفاظت کی، اور سنت نبویہ نے جو کتاب اللہ کی وضاحت و تبیین کی اسے محفوظ رکھا، نا کہ اس کے الفاظ و حروف کی

اس کے ساتھ ساتھ امت کے علماء نے کئی صدیاں گزرنے کے باوجود شریعت اور سنت نبویہ کی حفاظت کا ذمہ اٹھائے رکھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسی طرح ہم تک نقل کیے جو آپ نے فرمائے تھے، اور اس میں سے غلط اور صحیح اور حق و باطل میں امتیاز کیا

اور عزیز سائل جو ایک ہی حدیث کی کئی روایات دیکھتا ہے اسکا معنی یہ نہیں کہ سنت نبویہ کے نقل کرنے اور اس کی حفاظت میں کوئی کوتاہی ہے، بلکہ کئی ایک اسباب کی بنا پر روایات مختلف ہیں جب یہ ظاہر ہو جائیں تو جواب واضح ہو جائیگا

تو یہ کہا جاتا ہے:

چہارم:

روایات کئی ایک ہونے کے کئی اسباب ہیں:

1- حادثہ اور واقعہ کئی بار ہوا ہو:

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب معنی ایک ہی ہو تو روایات کا مختلف ہونا حدیث میں عیب نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے ت واسے تین بار دھراتے، اس طرح ہر انسان اپنی سماعت کے مطابق نقل کرتا، جب معنی ایک ہو تو روایات میں یہ اختلاف اس مین شامل نہیں ہوتا جو حدیث کو کمزور کر دے" انتہی

دیکھیں: الاحکام (134/1).

2- روایت بالمعنی:

کسی ایک حدیث کی کئی روایات ہونے کا سبب روایت بالمعنی ہے، کیونکہ مہم تو حدیث نقل کرنا اور اس کے مضون اور اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی ادائیگی ہے، رہے

حدیث کے الفاظ تو یہ قرآن مجید کی طرح تعبدی نہیں

اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

یہ حدیث "العمل بالنیۃ" کے الفاظ سے بھی مروی ہے، اور "انما الاعمال بالنیات" کے الفاظ سے بھی، اور "الاعمال بالنیۃ" کے الفاظ سے بھی، اس تعدد روایت کا سبب روایت بالمعنی ہے، کیونکہ حدیث کا مخرج ایک ہی ہے اور وہ یحی بن سعید عن محمد بن ابراہیم التیمی عن علقمۃ عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہے، دیکھیں کہ ان سب جملوں سے جو معنی سمجھ میں آتا ہے وہ ایک ہی ہے، تو پھر تعدد روایات یعنی حدیث کا کئی ایک روایات سے مروی ہونے میں کیا ضرر ہے؟!

اور علماء کرام اپنا زیادہ کرنے کےلیے کہ راوی نے حدیث کا معنی صحیح نقل ہے روایت بالمعنی صرف اس راوی کی قبول کرتے تھے جو عربی زبان کا ماہر اور علم رکھتا ہو، پھر علماء کرام اس راوی کی روایت کا دوسرے ثقات راویوں کی روایت سے مقارنہ اور موازنہ کرتے اس طرح ان کے لیے نقل میں جو غلطی ہوتی وہ واضح ہو جاتی، اس کی مثالیں بہت ہیں لیکن یہ اس کے بیان کرنے کا مقام نہیں

3-راوی کا حدیث کو مختصر کرکے روایت کرنا :

یعنی راوی کو پوری اور مکمل حدیث حفظ ہے لیکن وہ فی الحال وہ اس کا جزء اور حصہ ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے، اور کسی دوسری حالت میں مکمل حدیث بیان کردیتا ہے، اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے :

ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ظہر کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھولنے کے قصہ کے متعلق ذکر کردہ روایات میں ساری روایات ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہی سے مروی ہیں اور قصہ بھی ایک ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ روایات کا اختلاف راوی کا روایت اختصار کے ساتھ بیان کرنا ہے

دیکھیں : صحیح بخاری حدیث نمبر (714) اور (715) اور (1229).

4-غلطی وخطا :

کسی راوی سے غلطی اور خطا واقع ہوجاتی ہے تو وہ حدیث کو اس کے علاوہ روایت کردیتا جس طرح دوسرے راوی روایت کرتے ہیں، اس غلطی وخطا کی پہچان دوسری روایات کے ساتھ مقارنہ وموازنہ کرنے سے ہوجاتی ہے، اور کتب سنہ اور کتب تخریج میں اہل علم نے یہی کام کیا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"لیکن اللہ تعالی نے اس امت کےلیے جو نازل کیا ہے اس کی حفاظت فرمائی ہے ،

اللہ تعالی کا فرمان ہے :

ہم نے ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں الحجر (9).

چنانچہ قرآن کی تفسیر یا نقل حدیث یا اس کی شرح میں جو غلط ہے اللہ تعالی امت میں ایسے شخص پیدا فرمائیگا جو اس غلطی کو صحیح کرینگے، اور غلطی کرنے والے کی غلطی اور جھوٹ بھولنے والے کے کذب کی دلیل بیان کرینگے، کیونکہ یہ امت کسی گمراہی و ضلالت پر جمع نہیں ہو سکتی، اور ہر وقت اس میں حق پر ایک گروہ موجود رہیگا حتی کہ قیامت قائم ہو جائے، کیونکہ امتوں میں سے یہ سب سے آخری امت ہے ان کے نبی کے بعد کوئی اور نبی نہیں، اور ان کی کتاب کے بعد کوئی اور کتاب نہیں

پہلی امتوں نے جب اپنے دین میں تبدیلی و تغیر کر لیا تو اللہ تعالی ان میں نبی مبعوث فرما دیا کرتا تھا جو انہیں حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، اور پھر اللہ تعالی نے جو ذکر نازل کیا ہے اسے محفوظ رکھنے کی ضمانت لے رکھی ہے " انتہی

دیکھیں : الجواب الصحیح (39/3).

سنت نبویہ اس وجہ پر جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ اللہ سبحانہ و تعالی کی جانب سے وحی ہے : یہ لوگوں کے لیے نازل کردہ کتاب کی وضاحت و تبیین کرتی ہے، اور انہیں ان کے دین کے ضروری احکام سکھاتی ہے، اگرچہ اس کی تفصیل یا اس کی اصل کتاب اللہ میں آئی ہے، ہم یہ کہینگے :

اس طریق اور وجہ سے سنت نبویہ نبوت کے خصائص میں شامل ہوتی ہے؛ اور یہ کام اور وظیفہ نبوت کے وظائف میں سے ہے، اور اب تک لوگ سنت کو اس وجہ اور طریق سے ہی دیکھتے ہیں، جو کتب میں موجود ہے، یا بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ زبانی روایات میں پائی جاتی ہے، یا حدیث کے کئی ایک سیاقات میں، اور اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کے مقام و مرتبہ میں شک پیدا کرتی ہو، یا اس کی حفاظت میں کوئی قلق و پریشانی کا باعث ہو، یا اس کی حجیت میں تردد و اختلاف پیدا کرے، اور لوگوں کو اس کی ضرورت بھی ہے کیونکہ لوگ کثرت سے علمی و عملی مسائل میں اختلاف و تردد کا شکار ہو چکے ہیں

علامہ شیخ عبد الغنی عبد الخالق رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" ہم غزالی اور آمدی اور بزدوی اور ان کے طریقوں کے سب متبعین جو اصولی مؤلف ہیں ان کی کتب اس کی تصریح نہیں پاتے اور نہ ہی کوئی اس مسئلہ میں اختلاف کا اشارہ ہی پاتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے سے قبل سابقہ لوگوں کی کتابیں اور مذہب کا پیچھا کیا، اور ان کے اختلافات کو کا تتبع کیا حتی کہ شاذ قسم کے اختلافات کا بھی، اور اس کے رد کا بہت زیادہ خیال کیا "

پھر انہوں نے " مسلّم " کے مؤلف سے کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی حجیت سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ : یہ علم کلام میں سے ہے، لیکن دو اصولوں اجماع اور قیاس کی حجیت پر کلام کی ہے، کیونکہ بے وقوف قسم کے خوارج اور رافضیوں (اللہ انہیں ذلیل کرے) نے ان دونوں سے ہی اکثر دلیل لی ہے اور وہ ان میں مشغول ہوئے ہیں

رہی کتاب و سنت کی حجیت تو دین کے سب آئمہ اس کی حجیت پر متفق ہیں اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں " انتہی

دیکھیں : حجیت السنۃ (248-249).

واللہ اعلم .